

August 2000

خواتین اور دوشیزاؤں کیلئے اپنی طرز کا پہلا ماہنامہ

خواتین کی دنیا

ماہنامہ







digest novels lovers group ❤️❤️

گنجائش نکل ہی آتی ہے۔ ”دریہ نے پھر کہا تو وہ وہیں بیڈ پر گرنے والے انداز میں بیٹھ گئی۔ اور دونوں ہاتھوں میں منہ چھپالیا۔

”دیکھو فضیلہ! یہ وقت کمزوری دکھانے کا نہیں ہے۔ اسد بھائی سے باز پرس کرو گی تو وہ کھل کر سامنے آجائیں گے یہ پروا پڑا رہے تو ٹھیک ہے۔ فی الحال ہمیں خود ہی کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔ اس لڑکی کو لڑکی کیا عورت ہی کہو ایسی کم عمر بھی نہیں ہے۔ تو اس عورت کو کسی طرح بہلا پھسلا کر دھمکی دے کر لالچ سے کسی بھی طرح اسد بھائی سے دور کرنا ہوگا۔“

”کیا یہ کیا وہ بہت خوبصورت ہے؟“ فضیلہ کی آواز میں شکستگی در آئی۔

”نہیں، تمہارے تو پاؤں کی دھول بھی نہیں ہے لیکن وہی ہے ناکہ جسے پیا چاہے وہی سہاگن۔ سنا ہے اسد بھائی اس سے جلد شادی کرنے والے ہیں۔ مجھے رحمان نے بتایا تھا۔“ دریہ نے بتا ہی دیا۔

”شادی۔۔۔“ وہ رونا دھونا بھول گئی۔ ”آخر کیوں کیا کمی ہے انہیں کیا نہیں کیا میں نے ان کے لیے اپنا سکھ آرام سب بچ دیا۔ دن رات محنت کی اس گھر کو سنوارنے میں۔ اولاد سکون آرام سب کچھ تو ہے ان کے پاس۔“

”یہی تو ہے مرد کی ذات، وہ کبھی مطمئن نہیں ہوتا، ہم عورتیں اپنے جسم کی کھال نکال کر بھی ان کی راہ میں بچھا دیں تب بھی وہ ہمارے نہیں بن پاتے۔ خیر تم فکر نہ کرو ابھی اسد بھائی سے کوئی بات مت کرنا بالکل

وہ کیا کہہ رہی تھی اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

یا پھر سمجھنے کے باوجود اس کا یقین کر لینے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ ہو سکتا ہے اسے غلط فہمی ہوئی ہو۔

یقیناً ”ایسا ہی ہوگا۔ اسد ایسا کیسے کر سکتا ہے۔ وہ اس کے بچوں کی ماں ہے۔ ایک مکمل عورت اسے کامیابی کی سیڑھیوں پر چڑھنے میں مدد دینے والی اس کی شریک۔

”تمہیں غلط فہمی ہوئی ہوگی۔“ اس نے دریہ رحمان کو یقین نہ کرنے والے انداز میں دیکھا۔

”اتنی بڑی بات میں بنا یقین کے کیسے کہہ سکتی ہوں۔“ دریہ اس کی کیفیت سمجھ رہی تھی۔

”لیکن اسد تو۔۔۔ وہ مکمل میرا ہے، میرے بغیر ایک چھوٹا سا قدم نہیں اٹھا سکتا تو اتنا بڑا قدم۔“ فضیلہ نے سر کو نفی میں ہلایا۔ ”ضرور تمہیں غلط انفارمیشن ملی ہے لوگ تو جلتے ہیں، حسد کرتے ہیں مجھ سے اسد سے اتنی جلد اتنی کامیابیوں سے۔“

”اگر کسی اور نے مجھے یہ اطلاع دی ہوتی تو شاید میں بھی ایسا ہی سمجھتی اسد بھائی کے لیے پہلے میں بھی ایسا نہیں سوچ سکتی تھی لیکن میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ایک بار نہیں بلکہ کئی بار۔ تم جانے کون سی دنیا میں رہتی ہو۔“ دریہ کے لہجے میں دکھ اور تلخی تھی۔

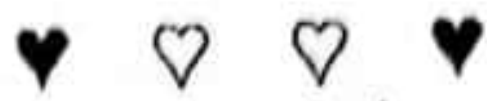
وہ بے یقینی سے سنتی رہی۔

”مرد کا پیار کبھی آخری نہیں ہوتا، کوئی نہ کوئی





پھر یہ دوسری عورت۔۔۔ اس کی گنجائش و ضرورت  
کہاں سے نکل آئی تھی۔



اسد سے فضیلہ کی ملاقات ان دنوں ہوئی تھی،  
جب وہ اپنے کام کی ترقی کے لیے چاروں طرف ہاتھ  
پاؤں مار رہا تھا۔ اس کی ایک چھوٹی سی ایڈورٹائزنگ  
کمپنی تھی۔ وہ خود جاب کے سلسلے میں اس سے ملی  
تھی۔ اس کا کزن اسد کا دوست تھا۔ فضیلہ کو جاب کی  
ضرورت تھی۔ احمد کے کہنے پر وہ اس کے پاس گئی

خاموشی سے حالات کا جائزہ لینا، تم حقیقت جان جاؤ  
گی۔ کچھ کرنا پڑے گا جلد ہی، ابھی رونا دھونا بند کرو، تم  
تو بہت بہادر ہو۔

دریہ تو اسے سمجھا بھگا کر چلی گئی لیکن اس کے اندر  
الاد سے بھڑک رہے تھے۔  
وہ تو سمجھتی تھی اسد اس سے اس گرجہستی سے  
مطمئن ہے۔ اس کے دو پیارے پیارے بیٹے تھے  
ایک لڑکی سی بی تھی۔ ڈوب صورت سا گھر، اپنا کاروبار  
سب کچھ تو تھا۔



تھی۔

جواب تو اسے فوری مل گئی تھی لیکن اسد نے اسے صاف لفظوں میں بتادیا تھا۔ ”دیکھیں مس فضیلہ! یہ کمپنی ابھی تک اپنے پیروں پہ کھڑی نہیں ہو سکی ہے۔ میں کوشش تو کر رہا ہوں لیکن اس بڑے شہر میں اتنی بڑی ایڈورٹائزنگ ایجنسیاں پہلے سے موجود ہیں۔ میرے پاس اتنا بہت سرمایہ بھی نہیں کامیابی ابھی بہت دور ہے۔ میں آپ کو زیادہ پے نہیں کر سکتا۔ اس دوران آپ کو کہیں اور اچھی جاب مل جائے تو آپ ضرور کر لیجئے گا کیونکہ احمد نے بتایا تھا کہ آپ بھی ضرورت مند ہیں۔“

فضیلہ کو اس کی باتوں پر حیرت ہو رہی تھی۔ ”نہیں سر! انشاء اللہ اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔“ فضیلہ نے مکمل یقین کے ساتھ سر ہلایا تو وہ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر مسکرا دیا۔

اسد کے مقابلے میں وہ بہت مکمل شخصیت کی مالک تھی۔ اسد ایک معمولی شکل و صورت کا ایسا شخص تھا جس کے ارادے تو بہت بلند تھے لیکن کامیابی ابھی تک اس سے بہت دور تھی۔ باپ کے مرنے کے بعد جو کچھ اس کے حصے میں آیا تھا وہ اس نے اس کمپنی میں لگا دیا تھا۔

حیرت کی بات تھی کہ فضیلہ کے جوائن کرنے کے کچھ عرصے بعد ہی کامیابیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسد خود اس سے بہت متاثر تھا وہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ بے انتہا ذہین بھی تھی۔ اسد نے اسے اپنا دست راست بنالیا تھا۔

پھر جلد ہی ایک دن ایسا آیا کہ ان کی ایجنسی کا شمار ملک کی بڑی اور کامیاب ایڈورٹائزنگ ایجنسیوں میں ہونے لگا۔

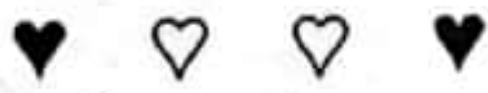
اسد نے اسے پروپوز کیا تو وہ انکار نہ کر سکی ایک خوبصورت مستقبل اس کا منتظر تھا حالانکہ اسد کی شخصیت اس کے ساتھ میل نہ کھاتی تھی لیکن مرد کی شکل و صورت ثانوی حیثیت اختیار کر لیتی ہے جب وہ ایک کامیاب و مالدار شخص ہو پھر اسد میں کوئی اور

ظاہری عیب بھی نہیں تھا وہ کم گو لیکن خوش اخلاق شخص تھا، کردار کا مضبوط تھا، سب سے بڑھ کر اس سے محبت کرتا تھا۔

”آپ کو یقین ہے کہ آپ مجھ سے شادی کر کے خوش رہیں گے۔“ فضیلہ نے اس کے پرپوزل کے جواب میں سنجیدگی سے پوچھا تو وہ متانت سے بولا۔ ”میں نے یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا ہے، لیکن تمہیں اس کا پورا حق ہے کہ تم اس پر سوچ لو، پھر فیصلہ کرو۔ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔“

”لیکن مجھے تو ہے، میرے لیے آئے ہوئے دوسرے رشتوں پر امی جلد ہی کسی ایک کو ہاں کہنے والی ہیں۔“ فضیلہ کے شگفتہ انداز پر اسد جیسے سنجیدہ مزاج شخص کو بھی ہنسی آ گئی۔

”پھر تو جلد ہی تمہاری امی سے ملنا پڑے گا۔“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہنے لگا۔ ”میں منتظر رہوں گی۔“ جواباً ”وہ اس کی آنکھوں میں نہ دیکھ سکی۔“



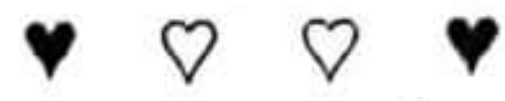
جلد ہی وہ دونوں ایک ہو گئے۔ شہر کے حلقوں میں کافی دنوں تک ان کی شادی کا چرچا رہا۔ فضیلہ کا حسن خوبصورت اور قیمتی لباس و زیورات اور میک اپ کی جج دج لوگوں کو دنوں یاد رہی ایک منہ چلے دوست نے تو مذاق میں یہاں تک کہہ دیا ”پہلوئے حور میں لنگور۔“

اسد کے ہونٹ سختی سے بھنج گئے۔ دوست بہت بے تکلف اور قریبی تھا۔ پھر موقع بھی ایسا تھا کہ وہ اسے کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ ”نصیب کھل گئے یار تیرے تو۔ ایسی حسین بیوی۔“ کسی اور نے رائے دی تھی۔

”ہمیں نہ ملی ایسی۔“ ایک نے حسرت سے اپنی بیوی کو دیکھتے ہوئے کہا تو اسد اکتا کروہاں سے ہٹ گیا۔ سرخ کا مدار فرشی غرارے میں فضیلہ کا حسن دور سے ہی چمک رہا تھا۔ وہ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا۔ پھر سر کو جھٹک کر اس کے پاس چلا گیا۔



”یہ دولہا میاں کہاں بھٹکتے پھر رہے ہیں؟“  
 فضیلہ کی کسی کزن نے اسے دیکھتے ہی پوچھا۔  
 ”دوستوں کے پاس تھا۔“ اس نے ہر فضول خیال کو ذہن سے نکالتے ہوئے مسکرا کر جواب دیا۔  
 ”بس جی اب دوستوں کا دامن چھوڑیں، اپنا کاپلو تھالیں۔“ اس کی اکلوتی سالی نے مذاقاً کہا تو وہ جھک کر فضیلہ سے کچھ کہنے لگا۔ جانے کیا بات تھی کہ وہ اپنی مسکراہٹ نہیں روک سکی تھی اور مشتاق کیمرہ مین نے یہ خوبصورت منظر اپنے کیمرے میں قید کر لیا تھا۔



شادی کے بعد بھی فضیلہ نے آفس جانا نہیں چھوڑا تھا۔ خود اسد بھی سمجھتا تھا کہ ابھی اسے اس کی ضرورت ہے۔  
 شہر کی ہر اچھی گید رنگ میں ان کے کپل کا ہونا لازمی ہوتا تھا۔

بہت جلد اس نے اونچے لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا سیکھ لیا تھا۔ کہیں سے نہیں لگتا تھا کہ وہ ایک مڈل طبقے سے تعلق رکھتی تھی۔ جب کہ اسد کے والدین کا شمار اچھے کھاتے پیتے ہائی کلاس لوگوں میں ہوتا تھا۔ ہاں ان کے انتقال کے بعد چھ بہن بھائیوں میں جائیداد کی تقسیم سے ان کی دولت بٹ گئی تھی۔ خود اس کے حصے میں جو کچھ آیا تھا اس سے اس نے یہ ایڈورٹائزنگ کمپنی کھولی تھی۔

حالانکہ وہ اسد کے مقابلے میں کم حیثیت گھرانے سے آئی تھی اس کے باوجود اسد کو بار بار احساس کمتری ہوتا جب لوگ ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر ان کے درمیان موازنہ کرنے لگتے۔ خود اسد اچھی طرح محسوس کر رہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ چلتا ہوا خاصا بے جوڑ سا لگتا ہے۔ کچھ وہ پہلے ہی خوبصورت تھی۔ اب بے اندازہ دولت نے چار چاند لگا دیئے تھے۔ اچھا لباس اور زیورات کے ساتھ ساتھ خوشحالی اور سکون کی چمک نے اس کے چہرے پر عجیب سا نکھار پیدا کر دیا تھا۔ میک اپ کا اسے سلیقہ تھا بات کرنے کا ڈھنگ

اٹھنے بیٹھنے میں نزاکت ہر خاصیت تھی اس میں۔  
 ہر تقریب سے واپسی پر اسد کا موڈ آف ہوتا جب کہ وہ چمک رہی ہوتی۔  
 جب کسی کو اس بات کا احساس ہو جاتا ہے کہ لوگ اسے سراہتے ہیں، اس کے پاس بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔ ان کی آنکھوں میں ستائش ہوتی ہے تو وہ آپ ہی آپ احساس برتری کے نشے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔  
 اسے بھی یہی نشہ لاحق ہو گیا تھا۔  
 اگرچہ روز بھی شہر میں کوئی بڑی گید رنگ نہ ہوتی تو وہ اپنے اندر ایک عجیب سی بے چینی محسوس کرنے لگتی۔

”کئی دن ہو گئے۔ کوئی ڈھنگ کی پارٹی نہیں ہوئی“ کتنی بوریت اور یکسانیت سی ہے۔ ”وہ بیزار ہو کر اسد سے کہتی۔

”کمال ہے۔ ابھی پچھلے ہفتے ہی تو یزدانی کے ہاں مینگو پارٹی تھی۔“ اسد جواب دیتا۔  
 ”کیوں نہ ہم کوئی پارٹی رکھ لیں۔ کتنے دنوں سے سب کو اپنے ہاں انوائٹ نہیں کیا۔“  
 ”یا گل ہو گئی ہو۔ پچھلے مہینے سارے شہر کو تم نے جمع نہیں کیا تھا۔ جانے کس کس بہانے سے بلاتی رہتی ہو سب کو یہ اتنی محنت سے کمایا ہوا پیسہ لٹانے کے لیے تو نہیں ہے۔“ اسد چڑ کر ناراضگی سے کہتا تو اسے بھی غصہ آ جاتا۔

”ہاں تو سب بلاتے بھی تو ہیں۔ رکھنا پڑتا ہے لوگوں سے میل جول۔ یہ ہمارے کاروبار کا حصہ بھی تو ہے۔“

”ہو گا لیکن وہ مجبوری ہے لیکن اتنی جلدی جلدی نہیں۔“ وہ اکتا کر کتاب رکھ کر سونے کی تیاری کرنے لگتا۔

”او نہہ۔۔۔ بوس۔۔۔“ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر رہ جاتی۔

ایسی ہی ایک تقریب میں وہ دونوں مدعو تھے۔ دونوں بیٹھے گھر میں آیا کے پاس تھے اور وہ سیاہ سیفون کی ساڑھی اور سیاہ ستاروں سے جھلملاتے بلاؤز میں



کہے گی لیکن وہ تو شاید خود اپنے آپ کو مظلوم سمجھ رہی تھی۔ جس کا شوہر اس قدر کم صورت تھا کہ لوگ اس پر ترس کھاتے تھے۔

راستے میں اور گھر آکر بھی فضیلہ کا موڈ کچھ عجیب سا رہا۔

”کیا بات ہے۔ افسوس ہو رہا ہے۔“ وہ پوچھ ہی بیٹھا۔

”کیوں کس بات پر؟“ وہ چونکی۔  
 ”کسی بات پر نہیں۔“ وہ بات ٹال گیا۔ وہ کیوں یہ ظاہر ہونے دیتا کہ وہ ان سب کی باتیں سن چکا ہے۔ یا وہ کسی بھی طرح شکل و صورت میں اس سے کمتر ہے۔ پھر مریم کی آمد نے اسے کچھ دنوں کے لیے مصروف کر دیا۔ وہ بالکل ماں کی شکل تھی۔

”شکر ہے خدا کا“ میرے بچے میری شکل پر گئے ہیں باپ پر جاتے تو۔۔۔“ اس سوچ سے بھی اس کی سانس رک جاتی۔

”بس اب تم گھر میں رہا کرو، مریم کو ابھی تمہاری ضرورت ہے۔“ مریم کی پیدائش کے چند ماہ بعد جب وہ آفس جانے کی تیاری کرنے لگی تو اسد نے اسے ٹوکا۔

”کیوں میں پہلے بھی فہم اور اشہد کے بعد جاتی رہی ہوں۔“ اس کے ابرو چڑھے۔

”ہاں جاتی رہی ہوگی، لیکن مریم ان کے مقابلے میں کچھ کم زور بچی ہے۔ پھر بیٹی ہے، اسے زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔“

”آیا ہے تو اس کام کے لیے میں گھر میں بیٹھے بیٹھے بور ہو گئی ہوں۔“

”ساری دنیا کی عورتیں گھر میں رہتی ہیں، گھر اور بچے سنبھالتی ہیں، کوئی انوکھا کام نہیں ہے۔“ اسد کا لہجہ تیکھا ہو گیا۔

”وہ دوسری عورتیں ہوتی ہیں۔ ان پڑھ، جاہل اور گنوار، نچلے طبقے کی خواتین، ہم جس کلاس سے تعلق رکھتے ہیں وہاں عورتیں بلاوجہ گھر میں بیٹھنا پسند نہیں کرتیں۔“

ملبوس خوب چمک رہی تھی۔ سیاہ نگوں اور پتھروں سے بنے نیکلیس اور آویزوں میں اس کا روپ بہت منفرد لگ رہا تھا۔

”دو بچوں کے باوجود آپ ابھی تک ویسی ہی اسمارٹ اور دلکش ہیں مسز اسد۔“ مسز فیروز نے رشک سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ احساس تفخروں سے مسکرا دی۔

”ان کا کیا ہے بھئی یہ تو اپور گرین ہیں۔ دس سال بعد بھی ایسی ہی حسین ہوں گی۔“ مسز انصار کی آواز میں حسد چھپا ہوا تھا۔

”اپنے اس حسن کا راز تو بتادیں۔“ ایک اور نے کہا تو وہ آہستہ سے ہنس کر بولی۔

”مسکون، اطمینان، بھرپور نیند اور بس۔“  
 ”بس۔“ وہ سب چیخیں ”نہ ڈائینگ، نہ ایکس سائز، نہ واک اور نہ پارلرز کے چکر۔ چھپا رہی ہیں آپ مسز اسد۔“

”نہیں واقعی۔“ وہ صاف چھپا گئی۔ حالانکہ اپنے حسن کے لیے وہ باقاعدگی سے شہر کے سب سے اچھے پیوٹی پارلرز جاتی تھی۔ کم کیلوری والے کھانے کھاتی تھی۔ واک ایکس سائز سب کچھ کرتی تھی۔ اسے اپنے فٹور اور چہرے کی خوبصورتی کا بہت خیال رہتا تھا۔ اسی بات پر تو سراہتے تھے سب اسے۔ وہ خود سے غافل کیسے رہ سکتی تھی۔

”پھر تو خوش نصیب ہیں اسد بھائی۔“ مسز انصار نے کہا۔

”وہ تو خوش نصیب ہیں مگر یہ۔۔۔“ کسی نے چوٹ کی۔ ”آپ نے کیا دیکھ کر شادی کی تھی اسد بھائی سے۔ ذرا جوڑ نہیں ہے آپ کا ساتھ چلتے کس قدر عجیب لگتے ہیں۔“ فضیلہ بل کھا کر رہ گئی۔

”ارے مرد کی کیا شکل دیکھنا، شہر میں ایک ساکھ ہے ان کی۔“ مسز فیروز کو اس کی شکل پر لہراتے سائے دیکھ کر مزہ تو آیا لیکن ترس بھی آگیا۔

ادھر قریب ہی بیٹھے اسد کے کان منتظر ہی رہے کہ فضیلہ اس کی تعریف و صفائی میں ان سب سے کچھ



”شاید آپ بھول رہی ہیں آپ کا تعلق بھی کبھی اسی کلاس سے تھا۔“ اسد کی بات نے اسے بہت اونچائی سے نیچے گھسیٹ لیا۔ وہ حیرت وہ غصے سے اسے دیکھتی رہی۔

”تو اب آپ مجھے میری کلاس کا طعنہ دیں گے۔“  
”میں نے طعنہ نہیں دیا۔ تمہاری بات پر تمہیں یاد دلایا ہے۔“

”تو آپ کو یہ بات پہلے بھی معلوم تھی، آپ سے کچھ چھپا ہوا نہیں تھا۔“ غصہ افسوس میں بدل گیا تو اسد کو بھی اپنے لفظوں کا احساس ہوا۔

”سوری فضیلہ! میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا ہرگز نہیں تھا۔ بہر حال میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ مریم کو ماں کی بھرپور توجہ ملے جو اسے تم سے نہیں ملتی۔“  
”ٹھیک ہے تو پھر میں سب کچھ چھوڑ چھاڑا اسی کو گود میں لے کر بیٹھ جاتی ہوں۔“

”میں نے یہ بھی نہیں کہا، لیکن آفس جانا کوئی ایسا ضروری بھی نہیں ہے تمہارا، ہاں مریم تھوڑی بڑی ہو جائے پھر چاہو تو۔۔۔“ اس کا لہجہ حتمی تھا۔  
یوں وہ گھر تک محدود ہو گئی۔ شروع شروع میں تو وہ بہت جھنجھلائی۔ وقت کا ثنا بھی دو بھر ہو گیا۔ لیکن اسد نے اسے اس بات کے لیے مجبور کر دیا تھا۔

دریہ رحمان اس کی خاص الحاض دوست تھی۔ اور آج اس کی فراہم کردہ خبر نے جیسے اس سے اس کا سب کچھ چھین لیا تھا۔

اسد ایسا کیسے کر سکتا ہے۔ وہ تو اسے بے اندازہ چاہتا تھا، بہت مطمئن تھا اپنی زندگی سے۔ پھر یہ سب کیسے ہوا۔ وہ کسی اور کی زلفوں کا اسیر کیسے ہو گیا۔ سوچ سوچ کر اس کا دماغ دکھ گیا تھا۔ اس کے حواس جواب دینے لگے تھے۔ اسے سب باتیں یاد آرہی تھیں اور دریہ کی خبریں لگنے لگی تھیں۔

پچھلے دنوں سے اسد کے رویے میں واضح تبدیلی آئی تھی۔

وہ جو آفس سے فارغ ہوتے ہی گھر بھاگا آتا تھا۔ آج کل دیر سے آنے لگا تھا۔ جس کا بہانا اس نے یہ

بنایا تھا کہ ان دنوں آفس میں کام زیادہ ہے۔  
باہر کے وزٹ زیادہ ہونے لگے تھے کبھی اسے لاہور جانا ہوتا تو کبھی اسلام آباد۔ پاکستان سے باہر بھی تو اس کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔

اور وہ بے خبرا نہیں آفیشل وزٹ جان کر خاموش رہتی تھی۔ ہاں کبھی کبھی جھنجھلا ضرور جاتی تھی کہ آج کل وہ بار بار جانے لگا تھا۔ بچے اسے مس کرتے ہیں خود وہ بھی تنہا بور ہو جاتی ہے۔

تو وہ جھنجھلا کر کہتا ”کہو تو کام و ام چھوڑ کر گھر بیٹھ جاؤں۔ تم تو پڑھی لکھی عورت ہو فضیلہ! سب جانتی ہو۔ ہمارے کام کی نوعیت۔۔۔ بھاگ دوڑ نہ کروں تو کمپنی بند کرنا پڑے گی۔ کس قدر کمپیشن ہے۔“

”جانتی ہوں۔“ اس کی آواز پست ہو جاتی۔  
کیا جانتی تھی کہ وہ کاروباری دور کے نہیں تھے۔ وہ اس کی امانت کسی اور کو سونپ کر آتا تھا۔

اس رات جب وہ ہمیشہ کی طرح رات گئے گھر لوٹا تو وہ خاموش نہ رہ سکی۔

”آج کل آپ کچھ زیادہ ہی دیر سے گھر نہیں آنے لگے ہیں؟“

”کیا مطلب ہے تمہارا اس بات سے؟“ وہ الٹا اس سے جواب طلب کرنے لگا۔

”میرا مطلب آپ بخوبی جانتے ہیں۔“ وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

”میرے پاس بے کار کی باتوں پر دماغ کھپانے کے لیے فرصت نہیں ہے۔“ وہ لاپرواہی سے کہہ کر واش روم میں گھس گیا۔

اور جب باہر نکلا تو وہ وہاں نہیں تھی۔ شاید برابر والے بچوں کے کمرے میں انہیں سلائے چلی گئی تھی اور جب وہ واپس آئی تو وہ اطمینان سے سو رہا تھا۔

”میرا سکون تباہ کر کے خود آرام سے سو رہے ہو۔“

فضیلہ کا غصہ عروج پر پہنچ گیا۔ تو اس نے زور سے سائیڈ دراز پر رکھا کالج کا گلدان ہاتھ مار کر نیچے گرا دیا۔  
کارپٹ کے باوجود نازک کالج کے ٹوٹنے کی آواز کمرے میں گونجی تو وہ چونک کر اٹھ گیا۔



دکھانا چاہتی تھی۔ لیکن بہر حال ایک انسان تھی۔  
اپنے مان اور یقین کے ٹوٹ جانے کا اسے بہت دکھ  
تھا۔

”تم غلط سمجھ رہی ہو فضیلہ۔“ وہ بھی ایک دم  
ٹھنڈا پڑ گیا۔ ”لوگ تو بے پر کی اڑاتے رہتے ہیں۔  
ہمارے کام میں تو کئی لڑکیوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ذرا  
کسی سے ہنس کر بات کی۔ لوگوں نے کہانی بنا ڈالی۔  
کسی نے التاسیدھا کہہ دیا ہے تم سے۔ اور ان اخبار  
والوں سے تو اللہ بچائے۔“

اس کے یوں صفائیاں پیش کرنے پر فضیلہ کا رہا  
سہا یقین بھی دم توڑ گیا۔ وہ چند ساعتوں تک چپ  
چاپ اسے دیکھتی رہی۔ اس کے چہرے پر جھوٹ ہی  
جھوٹ بکھرا ہوا تھا وہ کوئی کم عمر نا سمجھ لڑکی نہیں تھی۔  
جو آنکھیں بند کر کے اس کے ہر لفظ کا اعتبار کر سکتی۔ وہ  
تین بچوں کی ماں تھی۔ اس نے ایک زمانہ دیکھ رکھا  
تھا۔ شوہر کے اندر کی تبدیلی اسے نظر آگئی تھی۔ ہاں  
اب سے پہلے وہ خوش گمانیوں کے گھنے جنگلوں میں  
آنکھیں بند کیے چلی جا رہی تھی۔ لیکن آنکھ کھلتے ہی  
اصل حقیقت کے احساس نے اس سے اس کا سب  
کچھ چھین لیا تھا۔

اتنا تو وہ بھی جانتی تھی کہ رائی ہوتی ہے تو بہاڑ بنتا  
ہے۔ اخبار والے بھی بنا لیکر کے تصویر نہیں کھینچ  
سکتے۔

اس نے مزید کچھ کہے بنا تکیہ اٹھایا اور بچوں کے  
کمرے میں چلی آئی۔ جانے اسے کیوں مان سا تھا کہ وہ  
اس کے پیچھے آئے گا۔ اسے روک لے گا۔ پھر اس  
کے بالوں میں انگلیاں پھیر کر اسے یقین دلائے گا کہ وہ  
ایسا کچھ نہیں کر رہا جو اس کے لیے دکھ کا باعث ہے۔  
لیکن پوری رات گزر گئی۔ وہ اطمینان سے اپنے  
کمرے میں سو رہا۔

اور فضیلہ بے خواب آنکھوں کے ساتھ سونے کی  
کوشش کرتی رہی۔

دوسری صبح اس نے فون کر کے دریا رحمان کو بلایا ”تم  
اسے جانتی ہو؟“

”کیا ہوا کیا ٹوٹا؟“

”گلدان ٹوٹ گیا ہے۔“

”تم سنبھل کر نہیں چل سکتیں، میری ساری نیند  
خراب کر دی۔“ وہ پھر سے لیٹ کر سونے کی کوشش  
کرنے لگا۔

”تمہیں اپنی نیند بہت عزیز ہے اور میرا  
سکون۔“ وہ ایک دم چلائی۔

”یہ کیا بد تمیزی ہے فضیلہ! بچے جاگ جائیں  
گے۔“ وہ ناراضگی سے اسے دیکھنے لگا۔

”جاگ جائیں اچھا ہے جاگ جائیں پتہ تو چلے کہ  
ان کا پاپ آج کل کیا کر رہا ہے۔“

”دیکھو میرا دماغ خراب مت کرو، میں تھکا ہوا ہوں  
سونا چاہتا ہوں۔ تمہیں شور کرنا ہے تو دوسرے کمرے  
میں چلی جاؤ۔“ اس نے انگلی اٹھاتے ہوئے کہا۔

کیوں جاؤں میں، کیوں جاؤں یہاں سے، تاکہ تم  
یہاں کسی اور کو لاسکو، میری جگہ پر، اس بستر پر۔“ وہ  
جیسے ایک دم پاگل سی ہو گئی۔

”بکو اس مت کرو، مجھے اگر کسی کو لانا ہوگا تو تم  
روک نہیں سکتیں۔“ اس کے مسلسل چیخنے پر اسد کو  
بھی غصہ آگیا۔

”ہاں میں کیسے روک سکتی ہوں، ایک عورت جو  
ہوں، تمہیں سب حقوق حاصل ہیں شرعی اور قانونی  
گھر بچے اور بیوی کے ہوتے ہوئے بھی۔ بنا کسی  
مجبوری کے، بنا کسی ضرورت کے اسلام میں چار  
شادیوں کی اجازت ہے، تم مردوں کو ایسے موقعوں پر  
اسلام ضرور یاد آجاتا ہے۔ ویسے چاہے اسلام سے  
کو سوں دور ہوں۔“ فضیلہ کا لہجہ زہریلا ہو گیا۔

”تم کہنا کیا چاہتی ہو؟“ وہ اس کی بات بخوبی سمجھ رہا  
تھا لیکن انجان بن کر پوچھنے لگا۔

”تم جانتے ہو میں کیا کہہ رہی ہوں، تم جانتے ہو  
اچھی طرح۔ کیا کمی تھی مجھ میں، کیا کمی تھی ہماری  
زندگی میں اسد! جو تمہیں اس کی ضرورت پیش آئی؟“  
نہ چاہنے کی باوجود اس کی آواز نرم ہو گئی۔ وہ کمزور  
عورت نہیں تھی۔ نہ ہی اس موقع پر کوئی کمزوری



جانے اس کے لہجے میں کیا تھا۔ دریہ چونک گئی۔  
 ”ہاں وہ اسد بھائی کے آفس میں معمولی سی ریسپشن  
 ہے۔“

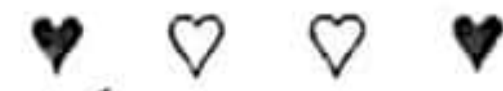
”نہیں وہ معمولی نہیں ہو سکتی۔ کوئی غیر معمولی  
 بات ہوگی اس میں ورنہ اسدیوں اس کی جانب نہیں  
 مٹھتے۔“

”تم کہو تو اس کی کھنچائی کرواؤں۔“  
 ”نہیں میں خود اس سے ملنا چاہتی ہوں۔“ اس کا  
 لہجہ سرد تھا۔

”ٹھیک ہے اسد بھائی کے آفس چلتے ہیں۔“  
 ”نہیں وہاں نہیں اس کے گھر چلیں گے میں  
 دیکھنا چاہتی ہوں اس میں کیا ہے جو مجھ میں نہیں  
 ہے۔“

”تم فکر مت کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہم  
 عورتوں کو ایسے حالات سے اکثر گزرنا پڑتا ہے لیکن  
 میں بخوبی نمٹ سکتی ہوں۔“

”کیا کرو گی تم؟“ دریہ کے انداز پر اس کے چہرے پر  
 پھیک سی مسکراہٹ آگئی۔  
 ”دیکھ لینا۔“



پھر اسی رات وہ دونوں اس کے گھر پہنچ گئیں۔ لوئر  
 مل کلاس لوگوں کا یہ محلہ ان لوگوں کے لیے نیا تھا۔

دروازے پر دستک دینے پر ایک تیرہ چودہ سالہ لڑکا  
 باہر آیا۔ ان کے پوچھنے پر بتا چلا کہ وہ ابھی تک گھر نہیں  
 پہنچی ہے۔

”آپ آئیں نا۔ اندر بیٹھیں بس وہ آتی ہی  
 ہوگی۔“ وہ خاتون شاید فائزہ حمید کی والدہ تھیں۔

”آفس ٹائمنگز تو ختم ہو چکے کیا وہ اتنی ہی دیر  
 سے آتی ہے۔“ دریہ کا لہجہ کافی گڑا ہو گیا۔ ان کا چہرہ  
 پھیکا پڑ گیا۔

”نہیں کبھی کبھی۔ دراصل کبھی کام زیادہ ہو تو دیر ہو  
 ہی جاتی ہے۔ لیکن آپ لوگ کون ہیں فائزہ کی  
 دوست ہیں؟“

”نہیں یہ مسز اسد ہیں۔ فائزہ اسد بھائی کی کمپنی

میں جاب کرتی ہے آپ تو جانتی ہوں گی۔ سنا ہے اسد  
 بھائی یہاں بھی آتے جاتے ہیں۔“ دریہ کا انداز بدستور  
 تھا۔

”نہیں، محض دو ایک بار کسی کام سے ورنہ تو  
 نہیں۔“ وہ ہکلا سی گئیں۔

”آپ نے اپنی بیٹی سے پوچھا نہیں کہ اس کی کمپنی  
 کا ایم ڈی ایک معمولی ریسپشنسٹ کے گھر کیوں  
 آیا؟“ دریہ درشت لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

جواباً ”وہ کچھ نہ کہہ سکیں۔ شاید ان کے پاس کوئی  
 جواب نہیں تھا۔“

”آپ جیسی مائیں ہی ہوتی ہیں جن کی بیٹیاں گھر  
 سے باہر نکل کر جو چاہے کرتی پھرتی ہیں اور وہ آنکھیں  
 بند کیے رہتی ہیں۔ چاہے کسی کا گھر برباد ہو۔ چاہے  
 زمانے بھر کی بدنامی ملے اس سے آپ کو کیا غرض۔“

”کیا کہہ رہی ہو بیٹا۔“ فائزہ کی امی کے چہرے پر  
 تاریک سائے پھیلنے لگے۔ ”تمہیں ضرور غلط فہمی  
 ہوئی ہے۔“ انہوں نے ایک نظر برابر والے کمرے  
 کے دروازے پر ڈالی۔

”ہمیں اگر غلط فہمی ہوتی تو ہمارا دماغ خراب نہیں  
 ہے کہ اپنا وقت ضائع کرنے یہاں چلے آتے۔ آپ کی  
 بیٹی بہت اونچی اڑان اڑ رہی ہے اسے روکیں۔ ورنہ  
 اچھا نہیں ہوگا۔“

”آپ دھمکی دینے آئی ہیں مجھے؟“ عقب سے  
 آواز ابھری تو دونوں نے پلٹ کر دیکھا۔

”آپ کی تعریف؟“ دریہ نے نخوت سے پوچھا۔  
 ”میں فائزہ ہوں۔“ اس نے اطمینان سے جواب  
 دیا۔

فضیلہ چونک کر اس کے چہرے کو دیکھنے لگی۔ وہ  
 اس کے پاسنگ بھی نہیں تھی۔ شکل و صورت ضرور  
 اچھی تھی لیکن خود اس کے مقابلے میں وہ کچھ بھی  
 نہیں تھی۔ پھر اسدیوں اس کا دیوانہ ہو چلا تھا۔

”اور اب آپ لوگ یہاں سے تشریف لے  
 جاسکتی ہیں آپ کو کوئی حق نہیں کہ یہاں میرے گھر  
 آکر یوں الٹی سیدھی باتیں کریں۔“



”اور تمہیں حق ہے اس کا کہ دوسری عورت کا گھر برباد کرو۔“ دریہ کو اس کے انداز پر سخت غصہ آگیا۔  
 ”میں کسی کا گھر برباد نہیں کر رہی، آپ میرے گھر میں یوں فضول باتیں نہ کریں ورنہ آپ کے حق میں بہتر نہ ہوگا۔“ وہ ان کی توقع سے برہ کر تیز نکلی تھی۔  
 ”کیا کر لوگی تم ہاں۔“ دریہ نے ایک نظر ساکت کھڑی فضیلہ پر ڈالی اور دوسری تیز نظر فائزہ کی ماں پر، جو بیٹی کے آتے ہی خاموش تماشائی بنی نظارہ دیکھ رہی تھیں۔

”خدا کے لیے چپ ہو جائیں آپ لوگ۔ فائزہ! تم ہی چپ کر جاؤ۔“ دریہ کے یوں دیکھنے پر وہ چونکیں اور دونوں کو سمجھانے لگیں۔

”چلو دریہ! پلیز چلو۔“ فضیلہ کو ایک دم ہی گھبراہٹ ہونے لگی۔ وہ تماشائے بننے سے ڈرتی تھی یا اسد کا خوف تھا۔ جانے کیوں اس کا دل ایک دم یہاں سے بھاگ جانے کو چاہنے لگا تھا۔

”ہاں چلتی ہوں، لیکن سن لو تم اگر آئندہ اسد بھائی سے ملنے کا بھی سوچا تو ہم سے برا کوئی نہ ہوگا۔ تم نہیں جانتیں، میں کیا شے ہوں، بڑے اونچے ہاتھ ہیں۔ میرے جانتے بوجھتے ایک گھر برباد کر رہی ہو، پیسہ چاہیے نا تمہیں؟ تو بولو کتنا چاہیے۔ تم جیسی لڑکیاں۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا مجھ جیسی لڑکیوں سے۔“ فائزہ جلال میں آکر زور سے چیخی۔

”تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میرا کیا مطلب ہے۔ اونچے رشتوں کی تلاش میں نوکری کرنا اور پھر امیر مردوں کو پھانس لینا۔ یہی کام ہوتا ہے تم جیسی لڑکیوں کا۔“

فائزہ کا چہرہ ذلت کے احساس سے سرخ ہو گیا۔ لیکن اس نے ضبط سے کام لیتے ہوئے انہیں یہاں سے نکل جانے کا اشارہ کیا۔ اس کی ماں کی حالت ایسی تھی جیسے اب گریں کہ تب شاید وہ بیٹی کے اس عمل سے انجان تھیں۔ وہ خود کو سنبھالتے ہوئے آگے بڑھیں۔

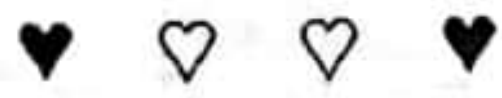
”فائزہ! تم چلو اندر اور پلیز آپ لوگ چلی جائیں ابھی۔ اس کا باپ اندر کمرے میں موجود ہے۔ اس نے سن لیا تو غضب ہو جائے گا۔ خدا کے لیے۔“  
 ”اچھا ہے سن لیں، ان کی بیٹی گھر سے باہر کیا کچھ کر رہی ہے پتا تو چلنا چاہیے انہیں بھی۔“ دریہ بدستور آگ برسا رہی تھی۔

”چلو دریہ! پلیز چلو۔“ فضیلہ نے اسے اپنی جانب کھینچا اور گھسیٹتی ہوئی باہر لے آئی۔

”خاموش کیوں کھڑی تھیں۔ خوب سنا تھا انہیں، خواہ مخواہ مجھے بھی گھسیٹ لائیں۔ مجھے ٹھیک کرنا آتا ہے ایسی عورتوں کو۔“ دریہ باہر آکر خفا ہونے لگی۔

”بس یہ کافی ہے، عزت دار ہوگی تو پھر اسد سے ملنے کی ہمت نہیں کرے گی۔ دوسرے اسد کو معلوم ہوا تو خفا ہوں گے۔ نہ معلوم ان کے تعلقات کس حد تک ہیں۔ ہو سکتا ہے اسد صرف انجوائے کر رہے ہوں۔“  
 ”ہاں تو مرد کو حق ہے کہ وہ بیوی کے ہوتے ہوئے بھی دوسری لڑکی کے ساتھ انجوائے کرے۔ کمال کرتی ہو تم، بڑا حوصلہ ہے تمہارا۔ کیا عورت ایسا کر سکتی ہے؟ مرد اس کی اجازت دے گا۔“ دریہ کو سخت غصہ آگیا۔

”بہر حال مرد کو چار شادیوں کی اجازت تو ہے نا؟“  
 ”ہاں بس یہی شرعی عمل ہے جو وہ ہر وقت کرنے کو تیار رہتا ہے۔“ اس نے کڑوا سا منہ بنایا۔



رات اسد گھر میں داخل ہوا تو وہ بچوں کو سلانے کے لیے ان کے کمرے میں تھی۔ سونے کے لیے اپنے کمرے میں آئی تو وہ واش روم میں تھا۔ وہ لیٹ کر سونے کی تیاری کرنے لگی۔

ایک عجیب سی خاموشی اور سرد مہری سی ان دونوں کے درمیان آکر ٹھہر گئی تھی۔ رات گئے اسد گھر میں داخل ہوتا، کھانا عموماً باہر سے کھا کر آتا۔ آتے ہی ہاتھ لیتا اور سونے کی تیاری کرنے لگتا۔ نہ بچوں کا حال، نہ دن بھر کا احوال، نہ خود اس سے کوئی بات چیت ہر بات سے بے نیاز ہو گیا تھا وہ۔



پہلے سونے سے پہلے کھانے کے دوران ٹی وی دیکھتے ہوئے بستر پر لیٹ کر وہ اس سے کتنی باتیں کرتے نہ تھکتا تھا۔ بچوں کی صحت، اسکول کی پروگریس، گھر کے چھوٹے بڑے مسائل، اس کے دن بھر کے معمولات ہر ہر بات روزانہ پوچھتا تھا اور وہ عام سی روز کی باتیں بتاتا کرتا جاتی تھی۔

”کیا ہے اسد! ٹھیک ہے سب۔“ وہ اکثر اس کے سوالات پر جھنجھلا کر جواب دیا کرتی تھی۔

لیکن آج وہ خود چاہتی تھی کہ وہ اس سے پوچھے۔ ”کیسی ہو تم؟ یوں خاموش کیوں ہو چلی ہو؟ بچوں کی تو کوئی پرابلم نہیں، گھر میں کوئی مسئلہ بہت دنوں سے تم شاپنگ پر نہیں کنیں؟“ ایسے ہی بہت سے سوالات۔

اور وہ اسے سب بتادے۔ ہلکی ہو جائے، اسے بتائے کہ تمہاری بے اعتنائی مجھے مار ڈالتی ہے۔ تمہاری بے رخی مجھے اندر سے ختم کر رہی ہے۔ تم ایسے تو نہ تھے۔ تمہاری توجہ، محبت، عنایت سب میرے لیے تھی۔ پھر اب تم ایک دم کیوں بدل گئے؟ ایسے کیوں ہو گئے؟

وہ خاموشی سے سوچتی رہی اور جانے وہ کب آکر اس کے پاس لیٹ گیا۔

”تم آج فائزہ کے گھر گئی تھیں؟“ اسد کی آواز پر وہ چونکی۔ آنکھیں کھول کر چند لمحوں تک اسے دیکھتی رہی۔ یہ وہ چہرہ تو نہیں تھا ایک اجنبی کا، نہ آنکھوں میں اپنائیت تھی۔ نہ چہرے پر محبت۔

”کیوں نہیں جانا چاہیے تھا؟“ اس کا لہجہ تیکھا ہو گیا۔

”تمہیں کم از کم مجھ سے پوچھ لینا چاہیے تھا۔“ وہ سنجیدگی سے بولا۔

”کیا پوچھتی تم سے؟“ وہ اس کی بات پر حیران رہ گئی۔ ”تم نے مجھ سے پوچھ کر یہ سب کیا ہے، گھر، بچے اور بیوی کے ہوتے ہوئے، کیا کمی تھی تمہیں، کیا خامی تھی تمہاری زندگی میں؟ یہ سب کرتے ہوئے ایک بار بھی تمہیں ہمارا خیال نہیں آیا۔“

”میرا خیال ہے میں کوئی ایسا کام نہیں کر رہا جس

کے لیے میں شرمندہ ہوں یا تمہارے سامنے جواب دہ ہوں۔“ اس کا اطمینان قابل دید تھا۔

”ہاں، تمہیں اس بات کے لیے مذہب نے اجازت دی ہے۔ مذہب کی اور کتنی باتوں پر عمل کرتے ہو تم؟“

”کچھ بھی ہو۔ تمہیں فائزہ کے گھر نہیں جانا چاہیے تھا اور یہ درپہ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ہمارے معاملات میں دخل اندازی کرے۔ اس نے فائزہ کے گھر جا کر اس کی بے عزتی کی۔ فضول باتیں کہیں۔“ اسد کی آواز میں خفگی تھی۔

”اس نے میری ہمدردی اور محبت میں وہ سب کیا۔“

”اس سے کہو، اپنی دوستی اور ہمدردی کو تم تک محدود رکھے۔ میرے معاملات میں دخل نہ دے ورنہ۔۔۔“

”ورنہ۔۔۔“ اس کی آواز میں دھمکی کو محسوس کر کے فضیلہ کو سخت اشتعال آگیا۔ ”ورنہ کیا کر لو گے تم۔۔۔ بولو۔۔۔ تم اور تمہاری اس فائزہ نے میرا سکون برباد کر دیا۔ وہ میرا گھر توڑنے پر تلی بیٹھی ہے اور میں خاموش رہوں، احتجاج بھی نہ کروں۔“

”تمہارا گھر تم سے کون چھین رہا ہے، تم آرام سے رہتی رہنا یہاں۔ فائزہ کے لیے میں نیا گھر لے رہا ہوں۔“ اس کا انکشاف تابوت میں آخری کیل ثابت ہوا۔ اس کا مطلب تھا کہ اب واپسی کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

”پلیز اسد! پلیز مجھے میری غلطی تو بتاؤ، میرا گناہ۔ کیا کمی تھی تمہیں کیوں کر رہے ہو تم اس طرح۔“ وہ اس کا ہاتھ تھام کر رو پڑی۔ ہمارے بچے، بچوں پر کیا اثر پڑے گا۔ انہیں کیا بتاؤ گے تم، پلیز ایسا مت کرو پلیز اسد۔“

اسد کا دل لمحہ بھر کو شرمندہ ہوا لیکن مرد کی ازلی فطرت جلد اس پر غالب آگئی۔ ”پلیز فضیلہ! اس رونے دھونے اور ہنگامہ کرنے کا اب کوئی فائدہ نہیں، میں فیصلہ کر چکا ہوں ہر حال میں۔“



”لیکن کیوں؟ کیوں آخر؟“

”بس معلوم نہیں میں خود نہیں جانتا۔۔۔ میں نے بہت روکا خود کو بہت سمجھایا لیکن دل نہیں مانتا۔“

”کیا وہ بہت اچھی ہے؟ مجھ سے زیادہ خوبصورت مجھ سے زیادہ ذہین مجھ سے زیادہ ویل ڈریس کیا لوگ اسے مجھ سے زیادہ سراہتے ہیں؟“

فضیلہ کے استفسار پر وہ آہستگی سے مسکرایا ”یہی سب تو نہیں ہے اس میں وہ ایک عام سی لڑکی ہے۔ میرے ساتھ چلے گی تو لوگ مجھے بھول کر صرف اسے نہیں دیکھیں گے۔ میرے ساتھ اسے دیکھ کر کوئی ہمارے کپل کو بے جوڑ نہیں کہے گا۔ کوئی ہمیں حیرانی سے نہیں تنکے گا۔ میری ذات اس کی شخصیت کے پیچھے پس پشت نہیں چلی جائے گی۔ تمہارے ساتھ نے مجھے احساس کمتری میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں اس سے نکلنا چاہتا ہوں باہر آنا چاہتا ہوں۔“

اسد کی باتیں اسے حیران کر رہی تھیں۔ تو وہ ایسا سوچتا تھا اس لیے اس کے ساتھ پارٹیز اور فنکشنز میں جانے سے کتراتا تھا۔

”تم۔۔۔ تم اسد! تم مجھے بتا دیتے میں تمہارے لیے خود کو یکسر بدل لیتی۔ تمہاری پسند میں ڈھل جاتی۔ سادگی اپنا لیتی۔ تقریبات میں جانا چھوڑ دیتی۔ لیکن تم نے کبھی کہا کب۔“

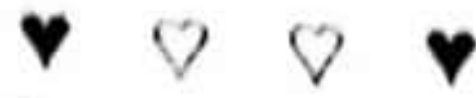
”میرا خیال تھا تم خود سمجھ جاؤ گی۔ مجھے کیا پسند ہے کیا ناپسند مجھے شور شرابا لوگوں کا ہجوم ہانچل پسند نہیں ہے لیکن تم ان سب چیزوں کے پیچھے بھاگ رہی ہو۔ تمہیں لوگوں کی سراہتی ہوئی نظریں پسند ہیں۔ اپنی تعریف اچھی لگتی ہے۔ ہلا گلہ دھوم دھڑکا پسند ہے۔ تم نے کبھی نہیں سوچا کہ تمہارے شوہر کو یہ سب اچھا نہیں لگتا، کبھی محسوس بھی کیا ہوگا تو جان بوجھ کر نظر انداز کرتی رہیں۔ لیکن فائزہ میں یہ سب نہیں ہے۔ وہ سادگی پسند ہے۔ بد شکل نہیں ہے لیکن تمہاری طرح بے پناہ حسین بھی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ چل کر مجھے کوئی احساس کمتری نہیں ہوگا۔ اس کے لیے میری ذات اہم ہے۔ لوگوں کے ہجوم کے

بجائے میری شگفتا اسے سرشار کر دیتی ہے۔ بس میں

یہی چاہتا ہوں۔“

”یہ سب تو میں بھی کر سکتی ہوں تم مجھے کہتے تو سہی۔“

”ہاں لیکن اب اب بہت دیر ہو چکی ہے۔“ اس نے فضیلہ کی آخری امید کو بھی توڑ دیا۔ اور اب مزید کہنا بے کار تھا۔



پھر ایک دن اس نے سنا۔ اسد نے فائزہ سے شادی کر لی تھی۔ وہ اپنا ضروری سامان لے کر فائزہ کے ساتھ رہنے لگا تھا جانے سے پہلے اس نے یہ ضرور کہا تھا۔ ”تم پریشان مت ہونا بچوں اور تمہارا خرچا تمہیں برابر ملتا رہے گا۔ میں اپنی ذمے داریاں نبھانا بخوبی جانتا ہوں۔“

”ذمے داریاں۔“ وہ دکھ سے ہنسی ”کیا بچوں کا خرچا اور گھر کا خرچا اٹھانا ہی تمہاری ذمہ داری ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ بچوں کو تو پل پل باپ کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔“

”میں اپنے بچوں کے مسائل اور ضروریات سے غافل نہیں ہوں۔“ اس کی بات پر وہ چڑسا گیا۔ ”تم مجھے بار بار اس کا احساس مت دلاؤ۔“

اس کی بات پر وہ مزید کیا کہتی بس خاموشی سے اسے تنکتی رہی۔ بچوں کا ساتھ نہ ہونا تو شاید وہ اس شخص کی زندگی میں شامل رہنا بھی پسند نہ کرتی۔ لیکن بچوں کی پڑیاں اسے کوئی بھی قدم اٹھانے سے روک رہی تھیں۔ وہ اچھا شوہر نہ بن پایا تھا تو اچھا باپ تو تھا۔ اس کے بچے جن آسائشات کے عادی تھے وہ سب وہ انہیں نہیں دے سکتی تھی۔

”میری ایک درخواست ہے تم سے۔“ کچھ دیر خاموش رہ کر وہ انتہائی سنجیدگی سے بولی۔

”ہاں کہو۔“

”تم اس گھر سے تعلق اب بچوں تک محدود رکھنا کیونکہ تم کسی دوسری عورت کے پاس سے میرے پاس آؤ گے تو تمہیں میرا ذہن قبول نہیں کر پائے



گا۔  
”تم اس وقت جذباتی ہو رہی ہو، ہزاروں مرد  
دوسری شادی کرتے ہیں، میں عام مردوں میں سے  
نہیں ہوں تمہاری سب ذمے داریاں اور جائز حقوق  
تمہیں ملیں گے۔“

”نہیں چاہیں مجھے جائز حقوق۔ پلیز چلے جاؤ یہاں  
سے۔“ وہ پھٹ پڑی۔

”اتنا فالتو نہیں ہے میرا وجود کہ سب جانتے بوجھتے  
ان لمحات کا انتظار کرے جو تم اپنی دوسری بیوی سے بچا  
کر مجھے ان کرو گے۔ میرا تمہارا ہر تعلق اس لمحے ختم  
ہو چکا ہے جب تم نے میرے ساتھ خیانت کی ابتدا کی  
تھی۔“ اس کے چیخنے پر فہم اور اشد کمروں سے نکل کر  
جھانکنے لگے۔ اسد چند لمحوں تک ہونٹ بھیچے اسے  
دیکھتا رہا پھر ایڑیوں پر گھوم کر تیزی سے باہر کی جانب  
چلا گیا۔

”کیا ہوا ماما؟ پایا کیوں خفا ہو کر چلے گئے؟“ فہم دوڑ  
کر اس کے پاس آیا تو وہ اور زور زور سے رونے لگی۔  
”مما! آپ کیوں رو رہی ہیں۔“ اشد بھی اس کے  
نزدیک آکر اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اس کے آنسو  
پونچھنے لگا۔

”کچھ نہیں بیٹا! کچھ نہیں۔“ ان کے سہمے ہوئے  
چہرے دیکھ کر اس نے خود کو سنبھالا۔

”مما! پایا اب یہاں نہیں رہیں گے۔ انہوں نے  
دوسری شادی کر لی ہے؟“ فہم کی باتوں پر وہ حیران رہ  
گئی۔

”کس نے کہا آپ سے بیٹا۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔“  
”مجھ سے مت چھپائیں ماما! مجھے معلوم ہے مجھے  
شاہان نے بتایا تھا۔“ اس کے چہرے پر بے حد سنجیدگی  
پھیلی تھی۔

”شاہان غلط کہتا ہے بیٹا! وہ غلط کہتا ہے۔“

اور اس لمحے اس کے دل نے شدت کے ساتھ آرزو  
کی تھی۔ ”کاش واقعی شاہان نے غلط کہا ہوتا۔“

شروع شروع میں اسد جلدی جلدی آیا کرتا تھا۔  
ایک آدھ مرتبہ رک بھی جاتا تھا لیکن کچھ فضاہلہ کا

خشک اور انجان رویہ اور کچھ اپنے دوسرے گھر کی  
مصروفیات نے اسے لاپرواہ بنا دیا۔ ہاں گھر کا خرچہ وہ  
پابندی سے اسی طرح بھجوا یا کرتا تھا۔ لیکن جانے  
کیوں فضاہلہ کے اندر جیسے سب کچھ ٹھہر گیا تھا۔ نت  
نئے کپڑوں کا شوق، جدید جیولری، میک اپ، پارٹیز،  
پابندی سے پارلر جانا۔ اپنا بے حد خیال رکھنا سب کچھ  
ختم ہو گیا تھا۔ اب وہ صرف بچوں اور گھر تک محدود  
ہو گئی تھی۔ برسوں ہو گئے تھے کسی نے اسے نہیں  
دیکھا تھا۔ خود اسد بچوں سے ملنے گھر آتا تو وہ ادھر ادھر  
ہو جاتی۔ اسد کی طالب نظریں چاروں جانب  
بھٹکتیں پھر پلٹ آتیں۔ وہ بچوں سے اس کے بارے  
میں پوچھتا اور وہ ماں کا سکھایا ہوا ”سب ٹھیک ہے“ بتا  
کر بات پلٹ دیتے۔

فون کرتا تو وہ اکثر فون نہ اٹھاتی۔ کبھی غلطی سے اٹھا  
لیتی تو اس کی آواز سن کر ”پلیز ہولڈ کریں“ کہہ کر بچوں  
کو بلا لیتی۔

وہ اس سے کہنا چاہتا تھا کہ اس نے صرف اس کے  
لیے فون کیا ہے مگر اس کے رویے کو دیکھ کر کہنے کی  
ہمت نہ کر پاتا۔

کبھی اچانک آجاتا اور سامنا ہو جاتا تو وہ اسے دیکھ کر  
اپنے کمرے میں بند ہو جاتی۔

اس نے ایک آدھ بار اس سے بات کرنے کی  
کوشش بھی کی تو وہ انتہائی سختی سے پیش آئی تھی۔

”پلیز اسد! یہ کوشش دوبارہ نہ کرنا ورنہ میں بچوں کو  
چھوڑ کر کہیں چلی جاؤں گی اور بچے باپ کے بعد ماں  
سے بھی محروم ہو جائیں گے۔“ اس کے لہجے میں  
جانے کیا تھا کہ وہ ڈر کر آئندہ پیش رفت کو ترک کر بیٹھا  
تھا۔

لیکن آج کئی سالوں بعد وہ اسے کسی فیملی فرینڈ کی  
ایک تقریب میں نظر آئی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر حیران رہ  
گیا۔

سرمئی رنگ کی جارحٹ کی ساڑھی میں وہ کتنی  
گریس فل اور خوبصورت لگ رہی تھی۔ انتہائی



سادگی سے بنا ہوا جوڑا ہلکا نیچرل میک اپ بھی اس کی خوبصورتی کو چھپانے سے قاصر تھا۔

وہ ایک جانب کھڑی دریہ سے باتوں میں مصروف تھی۔

اور وہ بے خود کھڑا ایک ٹک اسے دیکھتا رہا۔ کبھی یہ بے پناہ حسین عورت اس کی دسترس میں تھی۔ لیکن آج کتنی دور تھی اس سے اس سے وہ فائزہ کی موجودگی کو بھی بھول گیا تھا۔

”وہ دیکھو اسد بھائی کس طرح تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ شاید اپنی غلطی کا احساس ہو رہا ہے۔“ دریہ نے فضیلہ کو ہلکے سے کہنی ماری۔

”کون سی غلطی؟“ اس کا لہجہ کڑوا ہو گیا۔ ”انہوں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ دوسری شادی ہی تو کی ہے۔“ ”ہاں یہی کچھ تم کرتیں تو قابل عتاب ہوتیں۔ بے راہ رو کہلاتیں۔“ دریہ چڑ گئی۔

”مرد اور عورت میں یہی فرق ہے، چلو چلیں۔“ وہ اسے وہاں سے گھسیٹ کر دوسری جانب لے آئی۔

اور اسد جوان دونوں کو اپنی جانب متوجہ پا کر ان کے نزدیک جانے کی ہمت باندھ رہا تھا کھڑا رہ گیا۔

فضیلہ نے بھی آج اسد کو بہت عرصے بعد دیکھا تھا۔ وہ اسے بہت تھکا تھکا اور ناخوش لگا تھا۔

”شاید وہ میرا وہم ہے۔“ اس نے خود سے کہا۔

لیکن یہ اس کا وہم نہیں تھا۔ وہ واقعی اب اس زندگی سے تھکن اور اکتاہٹ محسوس کرنے لگا تھا۔

فضیلہ کی جس بات سے گھبرا کر وہ فائزہ کی جانب جھکا تھا۔ وہی سب کچھ آج فائزہ نے اپنا لیا تھا۔

فضیلہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ فائزہ قیمتی ساڑھی، میچنگ کے زیورات سے لدی پھندی لوگوں کے ہجوم میں قہقہے لگا رہی تھی۔ اس کا بے پناہ میک اپ سے مزین چہرہ لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کر رہا تھا۔

فضیلہ نے آج اسے بہت عرصے بعد دیکھا تھا وہ یکسر بدل گئی تھی شاید یہ اس کی کلاس کا خاصا تھا۔

جہاں چمک دمک دکھاوا اور سجاوٹ پر خاص توجہ دی جاتی تھی۔ اچھے لباس، قیمتی زیورات و میک اپ اور

اچھے رہن سہن نے اس کا حلیہ ہی بدل دیا تھا۔

آسودگی عام سے چہرے کو بھی رونق بخش دیتی ہے۔

یہی فائزہ کے ساتھ بھی تھا۔ وہ بری پہلے بھی نہیں تھی۔ آج تو بہت اچھی لگ رہی تھی۔ لوگ اسے

گھیرے کھڑے تھے اور وہ زور و شور سے ان میں گھلی ملی باتوں میں مصروف تھی۔ اسد کہاں تھا شاید اسے علم بھی نہیں تھا۔

یقیناً ”اسے بھی اس کلاس کے لوگوں کی طرح نمایاں ہونے کا خبط ہو چلا تھا۔“

فضیلہ کے اندر جانے کیوں ایک اطمینان سا اثر آیا۔ اس کی نظروں نے پہلی بار اسد کو تلاش کیا۔ وہ

اسی طرح کچھ دور کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

فضیلہ کی طنزیہ نظریں خود پر پا کر اس کے چہرے پر شرمندگی چھانے لگی۔

جس بات کو وجہ بنا کر اس نے ایک عورت کو تھی دامان کیا تھا، آج وہی بات پھر سے اس کی زندگی میں

شامل ہو گئی تھی۔

”تو کیا اب پھر سے تم کوئی نئی فائزہ ڈھونڈو گے؟“ کیونکہ یہ فائزہ بھی آج شاید تمہارے لیے احساس

کمتری کا باعث بن چکی ہے کہ آج پھر تم اکیلے ہو اور تمہاری بیوی لوگوں کا ہجوم اپنے گرد اکٹھا کیے تمہیں

نظر انداز کر رہی ہے؟“ فضیلہ کی نظروں نے پوچھا تو اسد کوئی جواب دیے بنا وہاں سے ہٹ گیا۔



عمران ڈائجسٹ کا ایک حیرت انگیز سلسلہ

ایم ایچ سٹس

اب دو حصوں میں شائع ہو گئی ہے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، ۳۷ دیوار بازار کراچی